زکاۃ

سے متعلق اہم فتاوے

تالیف

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ

جمع وترتیب

محمد بن شایع بن عبدالعزیز الشایع

اردو ترجمہ

ابو المکرّم عبدالجلیل

اردو

المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بسلطانة
تحت إشراف وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد
Email : Sultanah22@hotmail.com
THE COOPERATIVE OFFICE FOR CALL & FOREIGNERS GUIDANCE AT SULTANAH
Tel 4240077 Fax 4251005 P.O.Box 92675 Riyadh 11663 K.S.A. E-mail: sultanah22@hotmail.com

زکاۃ

سے متعلق اہم فتاوے

تالیف

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ

جمع وترتیب

محمد بن شایع بن عبدالعزیز الشایع

اردو ترجمہ

ابوالمکرّم عبدالجلیل

طباعت واشاعت

دفتر تعاون برائے دعوت وارشاد سلطانہ

فون ۴۲۴۰۰۷۷ پوسٹ بکس ۹۲۶۷۵ ریاض ۱۱۶۶۳

سویدی روڈ۔مملکت سعودی عرب

حقوق الطبع محفوظة

الطبعة الأولى

١٤٢٣هـ - ٢٠٠٢م

ح المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد بسلطانة ، ١٤٢٢هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

ابن باز ، عبدالعزيز بن عبدالله

فتاوى مهمة تتعلق بالزكاة / ترجمة أبو المكرم عبدالجليل .- الرياض .

٤٦ ص ؛ ١٢ × ١٧ سم

ردمك : ٠ - ١٥ - ٨٧١ - ٩٩٦٠

(النص باللغة الأوردية)

١- الزكاة ٢ - الفتاوى الشرعية

أ- عبدالجليل ، أبو المكرم (مترجم) ب- العنوان

ديوي ٢٥٢٤ ٢٢/٥١٠٩

رقم الايداع ٢٢/٥١٠٩

ردمك : ٠ - ١٥ - ٨٧١ - ٩٩٦٠

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مترجم

الحمد لله رب العالمين ' والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين ' نبينا محمد ' وعلى آله وصحبه أجمعين ' أما بعد :

زیر نظر رسالہ سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کی گرانقدر تالیف (تحفة الإخوان بأجوبة مهمة تتعلق بأركان الإسلام) کے اردو نسخہ موسومہ (ارکان اسلام سے متعلق اہم فتاوے) کا ایک حصہ ہے' اب سے چند سال پیشتر دفتر دعوت وارشاد سلطانہ کی طلب پر راقم الحروف نے برادر مکرم شیخ عتیق الرحمٰن اثری کے تعاون سے (تحفۃ الاخوان) کا اردو زبان میں ترجمہ کیا تھا جو ۱۴۱۹ھ میں دفتر مذکور کی طرف سے بڑی تعداد میں شائع بھی ہو چکا ہے' اس کتاب کے پہلے دو باب' جو عقیدہ اور نماز سے متعلق ہیں' ان کا ترجمہ اثری صاحب کا ہے' اور زکاۃ' روزہ اور حج سے متعلق آخری تین ابواب کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا تھا۔

عقیدہ' نماز' روزہ اور حج وعمرہ کی بہ نسبت زکاۃ کے سلسلہ میں اردو زبان میں کتب ورسائل کی کمی محسوس کرتے ہوئے دفتر دعوت وارشاد سلطانہ نے مناسب سمجھا کہ سماحۃ الشیخ ابن باز رحمہ اللہ کی مذکورہ کتاب سے (زکاۃ سے متعلق اہم فتاوے) کو مستقل کتاب کی شکل میں شائع کر دیا جائے' تا کہ اردو داں طبقہ ان سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اصل کتاب کی طرح اس ترجمہ کو بھی مقبولیت حاصل ہو' اور یہ رسالہ عوام وخواص ہر ایک کے لئے مفید ثابت ہو۔

وصلى الله وسلم على عبده ورسوله نبينا محمد ' وعلى آله وصحبه أجمعين۔

الریاض: ابو المکرّم عبد الجلیل

۲۷ رمضان ۱۴۲۲ھ

زکاۃ

سے متعلق اہم فتاوے

بسم الله الرحمن الرحيم

سوال ۱:

تارک زکاۃ کا کیا حکم ہے؟ اور کیا زکاۃ کا منکر ہو کر زکاۃ نہ دینے' اور بخل و کنجوسی کی وجہ سے زکاۃ دینے' اور غفلت ولا پرواہی کی وجہ سے زکاۃ نہ دینے کی صورتوں میں فرق ہے؟

جواب:

بِسْمِ اللّٰهِ ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ، وَعَلٰى آلِهِ وَاَصْحَابِهِ ، وَ بَعْدُ :

تارک زکاۃ کے حکم کے بارے میں قدرے تفصیل ہے جو یہ ہے:

تارک زکاۃ اگر زکاۃ کے وجوب کا منکر ہے اور اس پر زکاۃ واجب ہونے کی شرطیں پائی جارہی ہیں تو وہ متفقہ طور پر کافر ہے' اگر وہ زکاۃ کے وجوب کا انکار کرتے ہوئے زکاۃ دیدے تو بھی اس کا یہی حکم ہے' اور اگر کوئی شخص بخل و کنجوسی یا غفلت ولا پرواہی کی وجہ سے زکاۃ نہیں ادا کرتا تو وہ فاسق اور ایک عظیم کبیرہ گناہ کا مرتکب شمار ہوگا' اور اسی حال میں اگر اس کی موت آ گئی تو اللہ کی مشیت کے تحت ہوگا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ﴾

النساء:۴۸۔

بیشک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کئے جانے کو کبھی معاف نہیں کرے گا، البتہ اس کے علاوہ گناہ جس کے لئے چاہے معاف کردیتا ہے۔

قرآن کریم نیز سنت مطہرہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قیامت کے دن تارک زکاۃ کو اسی مال کے ذریعہ عذاب دیا جائے گا جس کی اس نے زکاۃ نہیں دی تھی، پھر اسے جنت یا جہنم کا راستہ دکھا دیا جائے گا۔

یہ وعید اس شخص کے لئے ہے جو زکاۃ کے وجوب کا منکر نہ ہو، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ

تَكۡنِزُوۡنَ ﴾ التوبہ: ۳۴، ۳۵۔

جولوگ سونے اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیدو، جس دن ان کا جمع کردہ مال جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اسی سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ وہی مال ہے جسے تم اپنے لئے جمع کرتے تھے، تو اپنے جمع کئے ہوئے کا مزہ چکھو۔

سونے اور چاندی کی زکاۃ دینے والے کے حق میں قرآن کریم کا جو فیصلہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث بھی اسی بات پر دلالت کرتی ہیں، نیز اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جس کے پاس چوپائے، اونٹ گائے اور بکریاں ہوں اور وہ ان کی زکاۃ نہ دے تو اسے قیامت کے دن انہی چوپایوں کے ذریعہ عذاب دیا جائے گا۔

سامان تجارت اور کاغذ کی کرنسیوں کی زکاۃ نہ دینے والے کا حکم بھی وہی ہے جو سونے اور چاندی کی زکاۃ نہ دینے والے کا ہے، کیونکہ یہی اب سونے اور چاندی کے قائم مقام ہیں۔

رہے وہ لوگ جو زکاۃ کے وجوب ہی کے منکر ہوں تو وہ کافروں کے حکم میں ہیں' قیامت کے دن کفار کے ساتھ ان کا حشر ہوگا اور انہی کے ساتھ وہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے' اور ان کا عذاب بھی دیگر کفار کی طرح دائمی اور ابدی ہوگا' کیونکہ ان کے اور انہی جیسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ ٱللَّهُ أَعْمَٰلَهُمْ حَسَرَٰتٍ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُم بِخَٰرِجِينَ مِنَ ٱلنَّارِ﴾ البقرہ: ۱۶۷۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال دکھلائے گا جو ان کے لئے افسوس ہی افسوس ہوں گے اور انہیں جہنم سے نکلنا نصیب نہ ہوگا۔

اور فرمایا:

﴿يُرِيدُونَ أَن يَخْرُجُوا۟ مِنَ ٱلنَّارِ وَمَا هُم بِخَٰرِجِينَ مِنْهَا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ﴾ المائدہ: ۳۷۔

وہ چاہیں گے کہ جہنم کی آگ سے نکل جائیں' حالانکہ وہ اس میں سے نکلنے نہ پائیں گے' اور ان کے لئے ہمیشگی کا عذاب ہے۔

اس بارے میں کتاب وسنت میں بہت زیادہ دلائل موجود ہیں۔

سوال ۲:

ایک شخص کے پاس کئی قسم کے جانور ہیں، لیکن کسی ایک قسم کے جانور تنہا نصاب زکاۃ کو نہیں پہنچتے، کیا ایسی صورت میں ان جانوروں کی زکاۃ نکالی جائے گی؟ اور اگر نکالی جائے تو اس کی کیا کیفیت ہوگی؟

جواب:

جانوروں - اونٹ اور گائے اور بکری - کا نصاب مقرر ہے، ان جانوروں میں زکاۃ واجب ہونے کے لئے ان کا مقررہ نصاب تک پہنچنا ضروری ہے، ساتھ ہی دیگر شرطوں کا پایا جانا بھی ضروری ہے، ان شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ یہ جانور (اونٹ، گائے اور بکری) سائمہ ہوں، یعنی پورے سال یا سال کا بیشتر حصہ باہر چر کر پیٹ بھرتے ہوں، اونٹ یا گائے یا بکری اگر مقدار نصاب کو نہ پہنچیں تو ان میں زکاۃ واجب نہیں، اور نہ ہی ایک قسم کے جانور کو دوسرے قسم کے جانور کے ساتھ ملایا جائے گا، مثلاً کسی کے پاس تین پالتو اونٹ، بیس پالتو بکریاں اور بیس پالتو گائیں ہوں تو کسی قسم کے جانور کو دوسرے کے ساتھ نہیں ملائے گا، کیونکہ ان میں سے کوئی بھی قسم نصاب تک نہیں پہنچتی ہے۔

لیکن یہی جانور اگر تجارت کی غرض سے رکھے گئے ہوں تو سب کو ایک ساتھ ملا کر ان کی زکاۃ سونے چاندی کے نصاب کے مطابق ادا کی جائے گی' کیونکہ مذکورہ صورت میں وہ سامان تجارت شمار ہوں گے' جیسا کہ اہل علم نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے' اور غور کرنے والے کے لئے اس باب میں دلائل بھی واضح ہیں۔

سوال ۳:

کیا یہ جائز ہے کہ زکاۃ کی وجہ سے دو یا تین آدمی اپنے اپنے مویشی باہم ملا لیں؟

جواب:

زکاۃ سے بھاگنے کے لئے یا مقدار واجب سے کم دینے کے لئے زکاۃ کے مال کو ایک ساتھ ملا لینا یا الگ کر دینا جائز نہیں' صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"صدقہ کے ڈر سے الگ الگ مال کو اکٹھا نہ کیا جائے اور یکجا مال کو الگ نہ کیا جائے" (صحیح بخاری)

لہٰذا کسی کے پاس اگر چالیس بکریاں ہوں اور زکاۃ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے وہ انہیں الگ الگ کردے تو زکاۃ اس سے ساقط نہیں ہوگی' بلکہ اللہ کے مقرر کردہ فریضہ کو ساقط کرنے کی حیلہ جوئی کرنے کی وجہ سے وہ گنہگار بھی ہوگا۔

اسی طرح زکاۃ کے ڈر سے الگ الگ مال کو اکٹھا کرنا بھی جائز نہیں' مثلاً کسی کے پاس بکریاں یا اونٹ یا گائیں ہوں جو نصاب زکاۃ کو پہنچ گئی ہوں' اور وہ انہیں دوسرے کی بکریوں یا اونٹ یا گایوں کے ساتھ ملا دے' تاکہ ان دونوں کو کم مقدار میں زکاۃ دینی پڑے' یعنی ان دونوں اشخاص کا اپنے اپنے مال کو باہم ملا لینا کسی معقول بنیاد پر نہیں بلکہ صرف اس وجہ سے ہے کہ زکاۃ کے محصل کے آنے کی صورت میں ان پر کم مقدار میں زکاۃ واجب ہو' تو ایسی صورت میں ان سے واجبی زکاۃ ساقط نہیں ہوگی' بلکہ اس حیلہ کے سبب وہ دو کے دونوں گنہگار ہوں گے اور انہیں پوری زکاۃ نکالنی ہوگی۔

مثلاً ایک شخص کے پاس چالیس بکریاں تھیں اور دوسرے کے پاس ساٹھ بکریاں' محصل کے آنے پر دونوں نے اپنی اپنی بکریاں ملا لیں'

تاکہ زکاۃ میں صرف ایک بکری واجب ہو' تو ایسا کرنے سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا' اور نہ ہی ان سے باقی واجب ساقط ہوگا' کیونکہ یہ حرام حیلہ ہے' بلکہ انہیں زکاۃ میں ایک دوسری بکری نکال کر فقراء کو دینی ہوگی' اور اس بکری کے پانچ حصوں میں سے دو حصے (۲/۵) چالیس بکری والے کے ذمہ ہوں گے اور تین حصے (۳/۵) ساٹھ بکری والے کے ذمہ- اسی طرح جو بکری انہوں نے محصل کے حوالہ کی ہے وہ بھی اسی حساب سے تقسیم ہوگی- ساتھ ہی ان دونوں کو اللہ تعالیٰ کے حضور سچی توبہ اور آئندہ اس طرح کے حیلے بہانے نہ کرنے کا عہد کرنا ہوگا۔

لیکن اگر دو شخص باہمی تعاون کے لئے اپنے اپنے مال ملالیں' کسی واجب کے ساقط کرنے یا مقدار واجب کو کم کرنے کا حیلہ بہانہ ان کے پیش نظر نہ ہو' تو ایسا کر لینے میں کوئی حرج نہیں' بشرطیکہ شرکت کے جو شروط و ضوابط اہل علم کی کتابوں میں مذکور ہیں وہ پورے ہور ہے ہوں' کیونکہ مذکورہ بالا صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''جو مال دو شریکوں کے درمیان ہو تو وہ آپس میں برابر' برابر اپنے اپنے حصہ کے مطابق زکاۃ ادا کریں گے''

سوال ۴:

ایک شخص کے پاس سو اونٹ ہیں، لیکن سال کا بیشتر حصہ وہ انہیں چارہ دے کر پالتا ہے، کیا ان اونٹوں میں زکاۃ ہے؟

جواب:

جانور اونٹ یا گائے یا بکری اگر پورے سال، یا سال کا بیشتر حصہ خود چر کر اپنے پیٹ نہیں بھرتے تو ان میں زکاۃ واجب نہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں میں زکاۃ واجب ہونے کے لئے سائمہ (یعنی خود چر کر پیٹ بھرنے والا) ہونا شرط قرار دیا ہے، اس لئے اگر مالک نے سال کا بیشتر حصہ یا نصف حصہ جانوروں کو چارہ کھلا کر پالا ہے تو ان میں زکاۃ واجب نہیں، الا یہ کہ وہ جانور تجارت کی غرض سے رکھے گئے ہوں، تو ایسی صورت میں ان میں زکاۃ واجب ہوگی اور وہ دیگر سامان تجارت مثلاً خرید وفروخت کے لئے تیار کی گئی زمین اور گاڑی وغیرہ کے حکم میں ہوں گے، اور سونے اور چاندی کے اعتبار سے نصاب کو پہنچ جانے پر ان میں اسی حساب سے- جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے- زکاۃ واجب ہوگی۔

سوال ۵:

جس فقیر کو زکاۃ دی جانی چاہئے مختلف وقت میں اس کے فقر وغربت کا اندازہ یکساں نہیں ہوتا' آخر اس کا معیار کیا ہے؟ اور جب زکاۃ دینے والے پر یہ واضح ہو جائے کہ اس نے زکاۃ غیر مستحق کو دے دی ہے تو کیا وہ دوبارہ زکاۃ نکالے گا؟

جواب:

فقیر کو اتنی زکاۃ دی جائے جو اس کے لئے سال بھر کے لئے کافی ہو' اور زکاۃ دینے والے کو اگر یہ پتہ چل جائے کہ اس نے جسے زکاۃ دی ہے وہ فقیر نہیں ہے تو اس پر قضا نہیں' بشرطیکہ زکاۃ لینے والا ظاہر میں فقیر ہو' جیسا کہ اس بارے میں صحیح حدیث وارد ہے' وہ یہ کہ گذشتہ امتوں میں سے ایک شخص نے کسی کو فقیر سمجھ کر زکاۃ دیا' پھر خواب میں دیکھا کہ وہ تو مالدار ہے' چنانچہ اس نے کہا: اے اللہ! تیری ہی تعریف ہے' میری زکاۃ تو ایک مالدار لے گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کو بیان فرمانے کے بعد اسے برقرار رکھا اور بتایا کہ اس شخص کی زکاۃ قبول ہوگئی۔

اور یہ مقررہ اصول ہے کہ ہم سے پہلی امت کی شریعت ہمارے لئے بھی شریعت ہے جب تک کہ ہماری شریعت گذشتہ شریعت کے خلاف کوئی حکم نہ پیش کردے۔

اور اس لئے بھی مذکورہ صورت میں زکاۃ کی قضا نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو شخص زکاۃ کے لئے آئے' آپ نے انہیں توانا وتندرست دیکھا تو فرمایا:

"اگر تم دونوں چاہتے ہی ہو تو میں تمہیں دیدوں' لیکن یاد رکھو کہ مالدار کے لئے اور کمانے کی طاقت رکھنے والے توانا شخص کے لئے زکاۃ کے مال میں کوئی حصہ نہیں"

اور اس لئے بھی کہ ہر پہلو سے فقیر کی ضرورت کا جاننا مشکل کام ہے' لہٰذا اس کے صرف ظاہری حالات کو دیکھا جائے گا اور اپنے کو فقیر باور کرانے سے اسے زکاۃ دیدی جائے گی' بشرطیکہ زکاۃ دینے والے کو اس کے برخلاف کوئی بات معلوم نہ ہو' اور اگر وہ بظاہر توانا اور کمانے پر قادر نظر آرہا ہے تو مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں اسے شرعی مسئلہ بھی بتا دیا جائے گا۔

سوال ۶:

ایک شخص پردیس میں ہے اور وہاں اس کے پیسے چوری ہو گئے' کیا ایسے شخص کو زکاۃ دی جاسکتی ہے' جبکہ موجودہ دور میں مالی معاملات (یعنی ترسیل زر کے ذرائع) بالکل آسان ہو گئے ہیں؟

جواب:

مذکورہ مسئلہ میں ایسا شخص ابن سبیل (مسافر) شمار ہوگا' اس لئے اگر وہ اپنی ضرورت کا یا سفر خرچ کے گم یا چوری ہو جانے کا دعویٰ کرے تو اسے زکاۃ کے مال سے اتنا دیا جاسکتا ہے جس سے وہ اپنے وطن واپس پہنچ سکے' بھلے ہی وہ اپنے وطن میں مالدار شمار ہوتا ہو۔

سوال ۷:

بوسنیا اور ہرزگونیا کے مسلم مجاہدین اور انہی جیسے دیگر مجاہدین کو زکاۃ کا مال دینے میں بعض لوگوں کو تردد ہوتا ہے' اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اور کیا اس وقت ان مجاہدین کو زکاۃ دینا زیادہ بہتر ہے یا دنیا کے مختلف خطوں میں اسلامی مراکز چلانے والوں کو؟ یا خود اپنے ملک

کے فقراء کو دینا زیادہ بہتر ہے بھلے ہی اول الذکر دونوں صنف ان سے زیادہ ضرورتمند ہوں؟

جواب:

بوسنیا اور ہرزگونیا کے مسلمان زکاۃ کے مستحق ہیں' کیونکہ وہ فقر وفاقہ سے دوچار ہیں' جہاد کررہے ہیں' ان پر ظلم ہو رہا ہے اور وہ مالی امداد اور تالیف قلب کے ضرورتمند ہیں' اس لئے وہ اور انہی جیسے دیگر مسلم مجاہدین زکاۃ کے مستحق ترین لوگوں میں سے ہیں' اسی طرح اسلامی مراکز چلانے والے جو دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتدریس کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اگر غریب ہوں تو وہ بھی زکاۃ کے مستحق ہیں' اور اسی طرح دنیا کے عام مسلم فقراء بھی اس بات کے مستحق ہیں کہ مالدار حضرات ان سے ہمدردی ومہربانی کا برتاؤ کریں' تاکہ ان کی دلجوئی ہو اور وہ اسلام پر ثابت قدم رہیں' بشرطیکہ انہیں جو کچھ دیا جائے وہ ثقہ اور امانت دار اشخاص کے ذریعہ ان تک پہنچ جائے' یہ لوگ زکاۃ کے علاوہ مال کے ذریعہ بھی ہمدردی ومہربانی کئے جانے کے حقدار ہیں۔

البتہ شہر کے فقراء جہاں زکاۃ نکالی جا رہی ہے اگر ان کی ضروریات دوسرے ذرائع سے پوری نہ ہو سکے تو دوسروں کی بنسبت وہ زکاۃ کے زیادہ حقدار ہیں' کیونکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن کی جانب روانہ کیا تو فرمایا:

"انہیں اس بات کی دعوت دینا کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیں' پس اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر ایک دن اور رات میں کل پانچ نمازیں فرض کی ہیں' اگر وہ تمہاری یہ بات بھی مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر زکاۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور انہی کے فقراء میں تقسیم کر دی جائے گی" (متفق علیہ)

سوال ۸:

زیر استعمال زیورات' یا استعمال کے لئے یا عاریۃ دینے کے لئے تیار کرائے گئے زیورات کی زکاۃ کے بارے میں علماء کا اختلاف معروف ہے' اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اور اگر ان زیورات میں زکاۃ واجب ہونے کی بات مان لیں تو کیا اس کا بھی نصاب ہے؟ اور

اگر کہتے ہیں کہ ان کا بھی نصاب ہے تو ان احادیث کا کیا جواب ہے جو زیورات میں زکاۃ کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں اور جن کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیورات کی زکاۃ نہ دینے والوں کو جہنم کی آگ کی وعید سنائی ہے' مگر ان سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ نصاب زکاۃ کو نہیں پہنچتے ہیں؟

جواب:

سونے اور چاندی کے زیورات جو زیر استعمال ہیں یا استعمال کے لئے یا عاریۃ دینے کے لئے بنوائے گئے ہیں ان میں زکاۃ کے واجب ہونے کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف معروف ومشہور ہے' لیکن راجح قول یہی ہے کہ ان زیورات میں بھی زکاۃ واجب ہے' کیونکہ سونے اور چاندی میں زکاۃ واجب ہونے کے جو دلائل ہیں وہ عام ہیں' نیز عبداللہ بن عمرو بن عاص -رضی اللہ عنہما- کی صحیح حدیث ہے کہ ایک خاتون نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اوران کی بیٹی کے ہاتھ میں سونے کے دو موٹے کنگن تھے' اسے دیکھ کر آپ نے فرمایا: کیا تم اس کی زکاۃ دیتی ہو؟ اس نے جواب دیا: نہیں' آپ نے فرمایا: کیا تم کو یہ اچھا لگے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے

تمہیں آگ کے دو کنگن پہنائے؟ چنانچہ اس نے وہیں دونوں کنگن نکال دیئے اور کہا: یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں۔

نیز ام سلمہ - رضی اللہ عنہا - کی حدیث ہے کہ وہ سونے کے زیورات پہنتی تھیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: کیا یہ کنز ہے؟ آپ نے فرمایا: جو مال زکاۃ کے نصاب کو پہنچ جائے اور پھر اس کی زکاۃ دے دی جائے تو وہ کنز نہیں۔ آپ نے ان سے یہ نہیں فرمایا کہ زیورات میں زکاۃ نہیں ہے۔

یہ ساری حدیثیں ان زیورات پر محمول کی جائیں گی جو نصاب زکاۃ کو پہنچ گئے ہوں، تاکہ ان احادیث کے درمیان اور زکاۃ کے تعلق سے وارد دیگر دلائل کے درمیان تطبیق ہو جائے، کیونکہ جس طرح قرآنی آیات ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں، اور احادیث نبوی آیات کی تفسیر کرتی ہیں، نیز آیات کے عام کو خاص اور مطلق کو مقید کرتی ہیں، اسی طرح احادیث بھی بعض، بعض کی تفسیر کرتی ہیں، کیونکہ یہ سب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے ہیں، اور جو بات اللہ کی جانب سے ہو اس میں باہم تعارض محال ہے، بلکہ بعض سے بعض کی تصدیق وتفسیر ہوتی ہے۔

زیورات میں زکاۃ واجب ہونے کے لئے جس طرح ان کا مقدار نصاب تک پہنچنا ضروری ہے اسی طرح دیگر اموال زکاۃ مثلاً روپے پیسے' سامان تجارت اور چوپایوں کی طرح زیورات پر ایک سال کی مدت کا گذرنا بھی ضروری ہے' واللہ ولی التوفیق۔

سوال ۹:

بعض فقہاء استعمال کے زیورات میں زکاۃ واجب ہونے کی یوں تردید کرتے ہیں کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے زمانہ میں زیورات کی زکاۃ دینا عام نہیں ہوا' حالانکہ تقریباً کوئی بھی گھر زیور سے خالی نہیں ہوتا' اس لئے یہ نماز کی مانند ہے' یعنی جس طرح نماز کے وجوب کی اور نماز کے اوقات کی تعیین کردی گئی ہے اور جس طرح زکاۃ کے وجوب کی اور زکاۃ کے نصابوں کی تعیین کردی گئی ہے اسی طرح زیورات کے زکاۃ کی بھی وضاحت کردی جاتی' لیکن ایسا نہیں ہوا' بلکہ اس کے برعکس بعض صحابہ جیسے عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ سے بھی زیورات میں زکاۃ کے واجب نہ ہونے کا قول ثابت ہے' فقہاء کی اس دلیل کا کیا جواب ہے؟

جواب:

یہ مسئلہ بھی دیگر اختلافی مسائل کی طرح ہے جس میں دلیل کا اعتبار ہوگا' اور جب کوئی ایسی دلیل مل جائے جو اس نزاع کا فیصلہ کر رہی ہو تو اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ النساء:٥٩۔

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے حکومت والے ہیں ان کی اطاعت کرو' پھر اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ' اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو' تمہارے لئے یہی بہتر اور انجام کے اعتبار سے اچھا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ﴾ الشوریٰ:١٠۔

جس بات میں تم اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ کے حوالے ہے۔

جو شخص شرعی حکم جان لینے کے بعد اسے اختیار کر لے تو اہل علم کی مخالفت اسے نقصان نہیں پہنچائے گی' شریعت میں یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ باصلاحیت مجتہدین میں سے جس نے درست مسئلہ تک رسائی حاصل کر لی اس کے لئے دوہرا اجر ہے' اور جس سے چوک ہوگئی اسے اجتہاد پر ایک اجر ملے گا اور درست مسئلہ تک پہنچنے کا اجر فوت ہو جائے گا۔ اس سلسلہ میں حاکم کے اجتہاد سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث ہے' اور بقیہ مجتہد علمائے دین بھی اس سلسلے میں مجتہد حاکم کے حکم میں ہیں۔

یہ مسئلہ دیگر اختلافی مسائل کی طرح صحابہ اور ان کے بعد کے زمانہ سے ہی علماء کے درمیان مختلف فیہ رہا ہے' اہل علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس میں اور دیگر اختلافی مسائل میں بھی دلائل کے ساتھ حق کو پہنچانے کی کوشش کریں' اور جو حق تک پہنچ جائے اسے کسی مخالف کی مخالفت نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ ساتھ ہی اہل علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دوسرے عالم بھائی کے سلسلے میں حسن ظن رکھیں' اور اس کے قول کو

بہترین صورت پر محمول کریں' بھلے ہی اس کی رائے مختلف ہو' جب تک کہ اس کی جانب سے بالقصد حق کی مخالفت کی بات ظاہر نہ ہو جائے' واللہ ولی التوفیق۔

سوال ۱۰:

ایک شخص کئی قسم کے سامان کی تجارت کرتا ہے' مثلاً ملبوسات (کپڑوں) کی اور برتنوں وغیرہ کی تجارت' وہ زکاۃ کس طرح نکالے؟

جواب:

اس کے پاس تجارت کے جو سامان ہیں جب ان پر سال کی مدت گذر جائے اور ان کی قیمت سونے یا چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو اس پر زکاۃ واجب ہو جاتی ہے' اس بارے میں کئی احادیث وارد ہیں جن میں سمرہ بن جندب اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہما کی حدیثیں بھی ہیں۔

سوال ۱۱:

موجودہ دور میں کمپنیوں میں (حصص) شیئر لئے جاتے ہیں' کیا ان حصص (شیئر) میں زکاۃ ہے؟ اور اگر ہے تو کیسے نکالی جائے؟

جواب:

زمین اور گاڑیوں اور دیگر سامان تجارت کی طرح تجارتی غرض سے تیار کئے گئے حصص (شیر) والوں پر سال گذر جانے کی صورت میں ان کی زکاۃ واجب ہو جاتی ہے، لیکن اگر ایسے اموال میں حصہ لیا جائے جو بیع کے لئے نہیں بلکہ کرائے کے لئے تیار کئے گئے ہیں، مثلاً زمین اور گاڑیاں وغیرہ، تو ان میں زکاۃ نہیں، البتہ ان سے جو کرایہ حاصل ہو جب اس پر سال کی مدت گذر جائے اور اس کی رقم نصاب کو پہنچ جائے تو عام روپئے پیسے کی طرح اس میں زکاۃ واجب ہے، واللہ ولی التوفیق۔

سوال ۱۲:

ایک شخص کا سارا دارومدار ماہانہ تنخواہ پر ہے، جس کا کچھ حصہ خرچ کرتا ہے اور کچھ حصہ بچا کر جمع کرتا ہے، وہ اپنے اس جمع کردہ مال کی زکاۃ کس طرح نکالے؟

جواب:

اس شخص کے لئے ضروری ہے کہ اپنی تنخواہ کا جتنا حصہ جمع کرتا ہے اسے لکھتا جائے، پھر سال گذرنے پر اس کی زکاۃ نکال دے، وہ اس

طرح کہ ہر ہر مہینہ کی بچی تنخواہ پر جیسے جیسے سال پورا ہوتا جائے اس کی زکاۃ نکالتا جائے' اگر پہلے ہی مہینہ میں اس نے پورے سال کی زکاۃ نکال دی تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں' بلکہ اسے اس کا اجر ملے گا' اور جن رقوم کا ابھی سال نہیں پورا ہوا ہے ان کی زکاۃ' زکاۃ معجّل (پیشگی زکاۃ) شمار ہوگی' زکاۃ دینے والا اگر بہتر سمجھے تو پیشگی زکاۃ نکال دینے میں کوئی حرج نہیں ہے' البتہ سال پورا ہونے کے بعد زکاۃ کی ادائیگی موخر کرنا کسی شرعی عذر کے علاوہ مثلاً مال چوری ہو جائے یا زکاۃ لینے والا نہ ملے' اور کسی حالت میں جائز نہیں۔

سوال ۱۳:

ایک شخص کی وفات ہوگئی اور اس نے اپنے پیچھے مال اور کچھ یتیم چھوڑے' کیا اس مال میں زکاۃ ہے؟ اور اگر ہے تو کون ادا کرے؟

جواب:

یتیموں کے مال میں بھی زکاۃ واجب ہے' خواہ وہ نقدی روپے پیسے ہوں' یا تجارتی سامان ہوں' یا چر کر پیٹ بھرنے والے چوپائے ہوں' یا وہ غلے اور پھل ہوں جن میں زکاۃ واجب ہوتی ہے' یتیم کے سرپرست

کی ذمہ داری ہے کہ وقت پر ان کے مال کی زکاۃ ادا کرے' اگر ان یتیموں کا ان کے وفات یافتہ باپ کی طرف سے کوئی سرپرست نہ ہو تو معاملہ شرعی عدالت میں پیش کیا جائے گا تاکہ عدالت کی طرف سے یتیموں کا کوئی سرپرست متعین کیا جاسکے جو ان کی اور ان کے مال کی نگہداشت کرے' اور سرپرست کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور یتیموں اور ان کے مال کی بھلائی کے لئے کام کرے' اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْيَتَـٰمَىٰ ۖ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۖ ﴾ البقرہ: ۲۲۰۔

اے پیغمبر وہ آپ سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں' کہہ دیجئے کہ ان کی اصلاح کرنا ہی اچھا ہے۔

نیز فرمایا:

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا۟ مَالَ ٱلْيَتِيمِ إِلَّا بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُۥ ۖ ﴾

الانعام: ۱۵۲۔

یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جاؤ مگر اس طرح سے کہ اس کی بہتری ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔

اس موضوع پر اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

یتیم کے مال میں سال پورا ہونے کا اعتبار اس وقت سے ہوگا جب ان کے والد کی وفات ہوئی ہے' کیونکہ وفات ہی سے مال ان کی ملکیت میں داخل ہوا ہے۔

سوال ۱۴:

وقت حاضر میں استعمال اور غیر استعمال کے لئے تیار شدہ زیورات کی متعدد قسمیں پائی جاتی ہیں' جیسے الماس اور پلاٹینم وغیرہ' تو کیا ان میں زکاۃ ہے؟ اور اگر یہ زیورات زینت و آرائش کے لئے یا استعمال کے لئے برتن کی شکل میں ہوں تو ان کا کیا حکم ہے؟ مستفید فرمائیں' اللہ تعالیٰ آپ کو اجر و ثواب سے نوازے۔

جواب:

یہ زیورات اگر سونے اور چاندی کے ہوں اور مقدار نصاب کو پہنچ جائیں اور ان پر سال کی مدت گذر جائے تو علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق ان میں زکاۃ ہے' خواہ وہ پہننے کے لئے ہوں یا عاریۃ دینے کے لئے تیار کرائے گئے ہوں' جیسا کہ اس بارے میں صحیح احادیث وارد

ہیں۔لیکن اگر یہ زیورات سونے اور چاندی کے نہ ہوں بلکہ الماس اور عقیق (مونگے) وغیرہ سے بنے ہوں تو ان میں زکاۃ نہیں' الا یہ کہ ان سے تجارت مقصود ہو' تو اس صورت میں یہ تجارتی سامان کے حکم میں ہوں گے اور دیگر سامان تجارت کی طرح ان میں بھی زکاۃ واجب ہوگی۔

رہا سونے اور چاندی کے برتن بنوانے کا مسئلہ' تو زینت و آرائش کے لئے بھی سونے اور چاندی کے برتن بنوانا جائز نہیں' کیونکہ یہ کھانے پینے کے لئے انہیں استعمال کرنے کا ذریعہ ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث ہے:

"سونے اور چاندی کے برتن میں نہ پیو' اور نہ ان کی تھالیوں میں کھاؤ' کیونکہ یہ کفار کے لئے دنیا میں ہیں اور تمہارے لئے آخرت میں" (متفق علیہ)

اگر کسی نے سونے اور چاندی کے برتن بنوا بھی لئے تو اس کو ان کی زکاۃ دینی ہوگی' ساتھ ہی اللہ عزوجل سے توبہ کرنی ہوگی اور ان برتنوں کو زیورات یا اسی جیسی چیزوں سے بدلنا ہوگا جو برتن کے مشابہ نہ ہوں۔

سوال ۱۵:

بعض کسان زراعت میں صرف بارش کے پانی پر اکتفا کرتے ہیں، تو کیا اس پیداوار میں زکاۃ ہے؟ اور کیا اس کا حکم اس پیداوار سے مختلف ہوگا جسے پانی کی مشین اور موٹر کے ذریعہ سینچا گیا ہو؟

جواب:

جو غلے یا پھل مثلاً کھجور، کشمش، گیہوں اور جو وغیرہ، بارش کے پانی سے یا نہروں سے یا بہتے چشموں سے سینچائی کر کے پیدا کئے گئے ہوں ان میں دسواں حصہ زکاۃ ہے، اور جو پانی کی مشین وغیرہ کے ذریعہ سینچ کر پیدا کئے گئے ہوں ان میں بیسواں حصہ، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے، آپ نے فرمایا:

"جس کو آسمان نے سیراب کیا ہو اس میں دسواں حصہ زکاۃ ہے اور جس کو آلات کے ذریعہ سینچا گیا ہو اس میں بیسواں حصہ"
(صحیح بخاری بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہما)

سوال ١٦:

بعض مزرعوں میں کئی طرح کے میوے اور سبزیاں پیدا ہوتی ہیں' کیا ان میں زکاۃ ہے؟ اور وہ کون کون سی پیداوار ہیں جن میں زکاۃ واجب ہوتی ہے؟

جواب:

میوے اور اسی طرح وہ سبزیاں جو ناپی اور ذخیرہ نہیں کی جاتیں مثلاً تربوز اور انار وغیرہ' ان میں زکاۃ نہیں' الا یہ کہ ان کی تجارت کی جائے' تجارت کی صورت میں ان کی قیمت پر جب سال گذر جائے اور وہ نصاب کو پہنچ جائے تو دیگر تجارتی سامانوں کی طرح ان میں بھی زکاۃ واجب ہوگی' البتہ وہ پھل اور غلے جو ناپے اور ذخیرہ کئے جاتے ہیں جیسے کھجور' کشمش' گیہوں اور جو وغیرہ' ان میں زکاۃ واجب ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد عام ہے:

﴿وَءَاتُواْ حَقَّهُۥ يَوْمَ حَصَادِهِۦ﴾ الانعام: ١٤١۔

جس دن ان کو کاٹو ان کا حق ادا کرو۔

اور فرمایا:

﴿وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ﴾ البقرہ:۴۳۔

نماز قائم کرو اور زکاۃ ادا کرو۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"پانچ وسق سے کم کھجور اور دانے (غلے) میں زکاۃ نہیں ہے"
(متفق علیہ)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ غلے جو ناپے اور ذخیرہ کیے جاتے ہیں جب ان کی مقدار پانچ وسق پہنچ جائے تو اس میں زکاۃ واجب ہے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیہوں اور جو میں زکاۃ لی ہے' جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے مثل غلوں میں زکاۃ واجب ہے' واللہ ولی التوفیق۔

سوال ۱۷:

نصاب زکاۃ کے جاننے کے پیمانے مختلف ہیں' ان پیمانوں کی تعیین کے سلسلے میں خود ہمارے علماء کے درمیان بھی اختلاف ہے' سوال یہ ہے کہ موجودہ دور میں نصاب کے جاننے کا سب سے صحیح پیمانہ کیا ہے؟

جواب:

اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صاع معیار ہے' صاع نبوی' عراقی رطل سے پانچ رطل اور ایک تہائی رطل کا ہوتا ہے' اور ہاتھ سے اس کا اندازہ متوسط ہاتھ سے دونوں بھرے ہوئے ہاتھوں کے چار لپ کے برابر ہے' جیسا کہ اہل علم اور ائمہ لغت نے اس کی صراحت کی ہے' واللہ ولی التوفیق۔

سوال ۱۸:

بہت سے لوگ بینکوں کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں' جس میں کبھی حرام معاملات مثلاً سودی کاروبار بھی شامل ہوتے ہیں' کیا اس طرح کے مال میں زکاۃ ہے؟ اور اگر ہے تو اس کے نکالنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب:

سودی کاروبار کرنا حرام ہے خواہ وہ بینک کے ساتھ ہو یا غیر بینک کے ساتھ' سودی کاروبار سے جو فائدہ حاصل ہو وہ پورا کا پورا حرام ہے' اور صاحب مال کی ملکیت نہیں' اس لئے اگر اس نے سود کی حرمت جانتے ہوئے وہ مال حاصل کر لیا ہے تو اسے خیر کے کاموں میں صرف کر دینا

ہوگا، لیکن اگر ابھی سودی منافع اس نے حاصل نہیں کئے ہیں تو اسے اپنا صرف اصل مال (راس المال) لے کر باقی چھوڑ دینا ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٢٧٨﴾ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ﴾ البقرہ: ۲۷۸، ۲۷۹۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو، اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے تیار رہو، اور اگر توبہ کر لیتے ہو تو تمہارے لئے تمہارا اصل مال ہے، نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

لیکن اگر کسی نے سود کی حرمت نہ جانتے ہوئے سودی منافع حاصل بھی کر لئے تو یہ اس کی ملکیت ہیں، اپنے مال سے اس کو الگ کرنا اس کے لئے ضروری نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَحَلَّ ٱللَّهُ ٱلْبَيْعَ وَحَرَّمَ ٱلرِّبَوٰاْ فَمَن جَآءَهُۥ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهِۦ
فَٱنتَهَىٰ فَلَهُۥ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُوْلَٰٓئِكَ
أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ﴾ البقرہ:۲۷۵۔

اللہ نے خرید وفروخت کوحلال کیا ہے اور سود کوحرام ٹھہرایا ہے' تو جس کے پاس اس کے رب کی جانب سے نصیحت آ گئی اور وہ (سود سے) باز آ گیا' تو جو کچھ پہلے ہوگیا وہ اس کے لئے ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے' اور جو پھر سود کی طرف پلٹے تو یہی لوگ جہنمی ہیں' وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

ایسے شخص کو جس طرح اپنے اس مال کی زکاۃ دینی ہوگی جس میں زکاۃ واجب ہوتی ہے اسی طرح اس مال کی زکاۃ بھی دینی ہوگی جو سودی منافع کے علاوہ ہیں' اور اس میں اس کا وہ مال بھی داخل ہے جس میں سود کی حرمت جاننے سے پہلے سودی منافع شامل ہوگئے ہیں' کیونکہ مذکورہ بالا آیت کی روشنی میں وہ اس کا مال ہے' واللہ ولی التوفیق۔

سوال ۱۹:

صدقہ فطر کا کیا حکم ہے؟ اور کیا اس میں بھی نصاب ہے؟ اور کیا صدقہ فطر میں جو غلے نکالے جاتے ہیں وہ متعین ہیں؟ اور اگر متعین ہیں تو کیا کیا ہیں؟ اور کیا مرد پر گھر بھر کی جانب سے، جن میں بیوی اور خادم بھی ہیں، صدقہ فطر نکالنا واجب ہے؟

جواب:

صدقہ فطر ہر مسلمان پر فرض ہے، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، ابن عمر رضی اللہ عنہما کی صحیح حدیث ہے:

> "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان مرد اور عورت، چھوٹے اور بڑے، آزاد اور غلام پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو صدقہ فطر فرض قرار دیا ہے، اور مسلمانوں کے نماز عید کے لئے نکلنے سے پہلے پہلے ادا کر دینے کا حکم دیا ہے" (متفق علیہ)

صدقہ فطر کے لئے نصاب شرط نہیں، بلکہ ہر وہ مسلمان جس کے پاس اپنے لئے اور اپنے بال بچوں کے لئے ایک دن اور ایک رات کی خوراک سے زیادہ غلہ ہو اسے اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی

طرف سے، جن میں اس کے بچے، بیویاں اور زرخرید غلام اور لونڈی شامل ہیں، صدقہ فطر نکالنا ہوگا۔

البتہ وہ غلام جسے اجرت-تنخواہ- پر رکھا گیا ہو وہ اپنے صدقہ فطر کا خود ذمہ دار ہے، الا یہ کہ مالک بطور احسان اپنی طرف سے ادا کر دے، یا غلام نے مالک پر صدقہ فطر کی شرط لگا رکھی ہو، لیکن زرخرید غلام کا صدقہ فطر، تو جیسا کہ حدیث میں مذکور ہوا، مالک کے ذمہ ہے۔

صدقہ فطر کا علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق شہر کی خوراک کی جنس سے نکالنا ضروری ہے، خواہ وہ کھجور ہو، یا جو ہو، یا گیہوں ہو، یا مکئی ہو، یا اس کے علاوہ کوئی اور غلہ ہو، اور اس لئے بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کسی خاص قسم کے غلے کی شرط نہیں رکھی ہے، اور اس لئے بھی کہ اس سے غرباء و مساکین کے ساتھ ہمدردی مقصود ہوتی ہے اور غیر خوراک سے کسی کے ساتھ ہمدردی کرنا مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔

سوال ۲۰:

بوسنیا اور ہرزگونیا وغیرہ کے مسلم مجاہدین کو صدقہ فطر دینا کیسا ہے؟ اور اگر فتویٰ جواز کا ہے تو پھر اس سلسلے میں افضل کیا ہے؟

جواب:

مشروع یہ ہے کہ صدقہ فطر نکالنے والا جس شہر میں مقیم ہے صدقہ فطر وہیں کے فقراء کو دے' کیونکہ عموماً وہی اس کے زیادہ ضرورتمند ہوتے ہیں' اور اس لئے بھی کہ اس سے ان کی ہمدردی و غمخواری ہو جاتی ہے اور وہ عید کے دن دست سوال دراز کرنے سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر صدقہ فطر دوسرے شہر کے فقراء کو دیدیا جائے تو بھی علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق کفایت کر جائے گا' کیونکہ اس صورت میں بھی وہ مستحقین تک ہی پہنچتا ہے' پھر بھی اپنے شہر کے فقراء کو دینا افضل اور احوط ہے۔

زکاۃ کی طرح صدقہ فطر کی تقسیم کے لئے بھی کسی معتبر شخص کو وکیل بنانا درست ہے' خواہ اس کی تقسیم شہر کے فقراء میں ہو یا باہر کے فقراء میں' اسی طرح صدقہ فطر کا غلہ خریدنے اور اسے فقراء میں تقسیم کرنے کے لئے بھی کسی معتبر شخص کو وکیل بنانا درست ہے' واللہ ولی التوفیق۔

فہرست

نمبر شمار	فہرست موضوعات	صفحہ نمبر
۱-	عرض مترجم	۳
۲-	تارک زکاۃ کا کیا حکم ہے؟ اور کیا زکاۃ کا منکر ہو کر زکاۃ نہ دینے، اور بخل و کنجوسی کی وجہ سے زکاۃ دینے، اور غفلت و لاپرواہی کی وجہ سے زکاۃ نہ دینے کی صورتوں میں فرق ہے؟	۷
۳-	ایک شخص کے پاس کئی قسم کے جانور ہیں، لیکن کسی ایک قسم کے جانور تنہا نصاب زکاۃ کو نہیں پہنچتے، کیا ایسی صورت میں ان جانوروں کی زکاۃ نکالی جائے گی؟ اور اگر نکالی جائے تو اس کی کیا کیفیت ہوگی؟	۱۱
۴-	کیا یہ جائز ہے کہ زکاۃ کی وجہ سے دو یا تین آدمی اپنے اپنے مویشی باہم ملالیں؟	۱۲
۵-	ایک شخص کے پاس سو اونٹ ہیں، لیکن سال کا بیشتر حصہ وہ انہیں چارہ دے کر پالتا ہے، کیا ان اونٹوں میں زکاۃ ہے؟	۱۵

٦- جس فقیر کو زکاۃ دی جانی چاہئے مختلف وقت میں اس کے فقر و غربت کا اندازہ یکساں نہیں ہوتا' آخر اس کا معیار کیا ہے؟ اور جب زکاۃ دینے والے پر یہ واضح ہو جائے کہ اس نے زکاۃ غیر مستحق کو دے دی ہے تو کیا وہ دوبارہ زکاۃ نکالے گا؟ ١٦

٧- ایک شخص پردیس میں ہے اور وہاں اس کے پیسے چوری ہو گئے' کیا ایسے شخص کو زکاۃ دی جا سکتی ہے' جبکہ موجودہ دور میں مالی معاملات (یعنی ترسیل زر کے ذرائع) بالکل آسان ہو گئے ہیں؟ ١٨

٨- بوسنیا اور ہرزگونیا کے مسلم مجاہدین اور انہی جیسے دیگر مجاہدین کو زکاۃ کا مال دینے میں بعض لوگوں کو تردد ہوتا ہے' اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اور کیا اس وقت ان مجاہدین کو زکاۃ دینا زیادہ بہتر ہے یا دنیا کے مختلف خطوں میں اسلامی مراکز چلانے والوں کو؟ یا خود اپنے ملک کے فقراء کو دینا زیادہ بہتر ہے بھلے ہی اول الذکر دونوں صنف ان سے زیادہ ضرورتمند ہوں؟ ١٨

۹- زیر استعمال زیورات' یا استعمال کے لئے یا ناریۃ دینے کے لئے تیار کرائے گئے زیورات کی زکاۃ کے بارے میں علماء کا اختلاف معروف ہے' اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ ۲۰

۱۰- بعض فقہاء استعمال کے زیورات میں زکاۃ واجب ہونے کی یوں تردید کرتے ہیں کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے زمانہ میں زیورات کی زکاۃ دینا عام نہیں ہوا' حالانکہ تقریباً کوئی بھی گھر زیور سے خالی نہیں ہوتا' فقہاء اس دلیل کا کیا جواب ہے؟ ۲۳

۱۱- ایک شخص کئی قسم کے سامان کی تجارت کرتا ہے' مثلاً ملبوسات (کپڑوں) کی اور برتنوں وغیرہ کی تجارت' وہ زکاۃ کس طرح نکالے؟ ۲۶

۱۲- موجودہ دور میں کمپنیوں میں (حصص) شیئر لئے جاتے ہیں' کیا ان حصص (شیئر) میں زکاۃ ہے؟ اور اگر ہے تو کیسے نکالی جائے؟ ۲۶

۱۳- ایک شخص کا سارا دارو مدار ماہانہ تنخواہ پر ہے' جس کا کچھ حصہ خرچ کرتا ہے اور کچھ حصہ بچا کر جمع کرتا ہے' وہ اپنے اس جمع کردہ مال کی زکاۃ کس طرح نکالے؟ ۲۷

۱۴- ایک شخص کی وفات ہوگئی اور اس نے اپنے پیچھے مال اور کچھ یتیم چھوڑے' کیا اس مال میں زکاۃ ہے؟ اور اگر ہے تو کون ادا کرے؟ ۲۸

۱۵- وقت حاضر میں استعمال اور غیر استعمال کے لئے تیار شدہ زیورات کی متعدد قسمیں پائی جاتی ہیں' تو کیا ان میں زکاۃ ہے؟ اور اگر یہ زیورات زینت و آرائش کے لئے یا استعمال کے لئے برتن کی شکل میں ہوں تو ان کا کیا حکم ہے؟ ۳۰

۱۶- بعض کسان زراعت میں صرف بارش کے پانی پر اکتفا کرتے ہیں' تو کیا اس پیداوار میں زکاۃ ہے؟ اور کیا اس کا حکم اس پیداوار سے مختلف ہوگا جسے پانی کی مشین اور موٹر کے ذریعہ سینچا گیا ہو؟ ۳۲

۱۷- بعض مزرعوں میں کئی طرح کے میوے اور سبزیاں پیدا ہوتی ہیں' کیا ان میں زکاۃ ہے؟ اور وہ کون کون سی پیداوار ہیں جن میں زکاۃ واجب ہوتی ہے؟ ۳۳

۱۸- نصاب زکاۃ کے جاننے کے پیمانے مختلف ہیں' ان پیمانوں کی تعیین کے سلسلے میں خود ہمارے علماء کے درمیان بھی اختلاف ہے' سوال یہ ہے کہ موجودہ دور میں نصاب کے جاننے کا سب سے صحیح پیمانہ کیا ہے؟ ۳۴

۱۹- بہت سے لوگ بینکوں کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں' جس میں کبھی حرام معاملات مثلاً سودی کاروبار بھی شامل ہوتے ہیں' کیا اس طرح کے مال میں زکاۃ ہے؟ اور اگر ہے تو اس کے نکالنے کا طریقہ کیا ہے؟ ۳۵

۲۰- صدقہ فطر کا کیا حکم ہے؟ اور کیا اس میں بھی نصاب ہے؟ اور کیا صدقہ فطر میں جو غلے نکالے جاتے ہیں وہ متعین ہیں؟ اور اگر متعین ہیں تو کیا کیا ہیں؟ اور کیا مرد پر گھر بھر کی جانب سے' جن میں بیوی اور خادم بھی ہیں' صدقہ فطر نکالنا واجب ہے؟ ۳۸

۲۱- بوسنیا اور ہرزگونیا وغیرہ کے مسلم مجاہدین کو صدقہ فطر دینا کیسا ہے؟ اور اگر فتویٰ جواز کا ہے تو پھر اس سلسلے میں افضل کیا ہے؟ ۳۹
۲۲- فہرست ۴۱

فتاوى مهمة تتعلق بالزكاة

تأليف : سماحة الشيخ

عبدالعزيز بن عبدالله بن باز رحمه الله

أشرف على جمعه

محمد بن شايع بن عبدالعزيز الشايع

ترجمه إلى الأردية

أبو المكرم عبد الجليل

فتاوى مهمة تتعلق بالزكاة

تأليف سماحة الشيخ

عبدالعزيز بن عبدالله بن باز

رحمه الله

أشراف على جمعه

محمد بن شايع بن عبدالعزيز الشايع

ترجمه إلى الأردية

أبو المكرم بن عبدالجليل

ردمك: ٩٩٦٠-٨٧١-١٥-٠

URDU

المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بسلطانة
تحت إشراف وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد
THE COOPERATIVE OFFICE FOR CALL & FOREIGNERS GUIDANCE AT SULTANAH